B.A. 4th - Semester

نظم - برقِ کلیسا — اکبر الہ آبادی

آتشِ حسن سے تقویٰ کو جلانے والی -
بجلیاں لطفِ تبسم سے گرانے والی

عرض کی میں نے کہ اے گلشنِ فطرت کی بہار
دولت و عزت و ایمان تیرے قدموں پہ نثار

تو اگر عہدِ وفا باندھ کر میری ہو جائے
ساری دنیا سے میرے قلب کو سیری ہو جائے

غیر ممکن ہے مجھے انس مسلمانوں سے
بوئے خون آتی ہے اس قوم کے افسانوں سے

لن ترانی کی یہ لیتے ہیں نمازی بن کر
حملے سرحد پہ کیا کرتے ہیں غازی بن کر

مجھ پہ کچھ وجہ عتاب آپ کو اے جان نہیں
نام ہی نام ہے ورنہ میں مسلمان نہیں

میرے اسلام کو اک قصۂ ماضی سمجھو
ہنس کے بولی کہ تو پھر مجھ کو بھی راضی سمجھو -

نظم "برق کلیسا" کی تشریح

اکبر آلہ آبادی کی نظم "برق کلیسا" مشہور نظم ہے۔ اس نظم میں انہوں نے گرجا گھروں یعنی کلیسا میں رہنے والی راہبہ یا انگریز عورتوں کے مسلمانوں کے بارے میں خیالات کا اظہار کیا گیا ہے اور ایک مسلمان جو اُن سے تاثرات لیتا ہے ان تاثرات کو انھوں نے اپنی اس نظم میں پیش کیا ہے۔ اس نظم میں انہوں نے بجلی کی طرح تیز رفتار راہبوں اور مغربی تہذیب میں پروان چڑھنے والی حسیناؤں کا ذکر کیا ہے اور یہ نظم انہوں نے خالصتاً مغربی تہذیب کے بارے میں لکھی ہے۔ اکبر آلہ آبادی نے اس نظم میں یہ بھی بتانے کی کوشش کی ہے کہ کس طرح ایک عام مسلمان ان راہباؤں یا انگریز عورتوں کے حسن و رعنائی سے مرعوب ہو کر ان کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو جاتا ہے اور اس کے ہاتھوں اپنا ایمان کھو بیٹھتا ہے۔

پہلے بند میں شاعر فرماتا ہے کہ یہ مغرب زدہ عورتیں اپنے حسن کی آگ سے پرہیزگار مسلمان مردوں کو اپنے راستے سے بھٹکا دیتی ہیں۔ اور اپنی بے باک مسکراہٹ سے ایسی بجلیاں گراتی ہیں کہ دیکھنے والا بالکل مسحور ہو کر رہ جاتا ہے اور اپنے آپ سے بیگانہ ہو جاتا ہے۔ اور بالکل اُسی حسیناؤں کی سوچ کے مطابق سوچنے لگتا ہے اور بے راہ روی کا شکار ہو جاتا ہے۔

دوسرے بند میں شاعر کہتا ہے کہ کس طرح ایک مسلمان نوجوان حواس باختہ ہو کر اس حسینہ سے مخاطب ہو کر کہتا ہے تو اس دنیا کے باغ کی بہار کی طرح ہے میں اپنا سب کچھ اپنی دولت، اپنی عزت اور اپنا ایمان تیرے قدموں میں رکھنا چاہتا ہوں یعنی میں اپنا سب کچھ تجھ پر قربان کرنے کے لیے تیار ہوں۔

تیسرے بند میں شاعر فرماتا ہے کہ تو اگر محبت کا یا وفا داری کا وعدہ کر کے ایک بار میری ہو جائے تو پھر میں ساری دنیا کو بھلا دوں گا اور میرے دل کو آسودگی، اطمینان اور خوشی مل جائے گی

اگلے بند میں وہ حسینہ اس کی یہ بات سن کر کس قدر برافروختہ ہو جاتی ہے اور حقارت سے کہتی ہے کہ کبھی بھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ میں کسی مسلمان سے میل جول بڑھاؤں یا اس سے پیار و محبت و رغبت سے پیش آؤں ایسا ممکن نہیں ہو سکتا کیونکہ مجھے مسلمانوں سے خون کی بو آتی ہے۔ یعنی کہ وہ مسلمانوں سے نفرت کا اظہار کرتی ہے۔

اگلے بند میں شاعر کہتے ہیں کہ مغرب زدہ حسینہ کس طرح سے مسلمان نوجوانوں پر طنز کے نشتر چبھوتی ہے اور مسلمانوں کو کہتی ہے کہ وہ صرف منہ بنیا یا بکھیرتے ہیں ان میں خودی بمزدر

بڑائی، گھمنڈ، انانیت کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے اور کہتی ہے
کہ کہنے کو اپنے آپ کو بڑے بہادر سمجھتے ہو لیکن تمہاری اصلیت
کچھ اور ہے تم بہادر نہیں ہو بلکہ ڈرپوک ہو۔

اگلے بند میں شاعر کہتا ہے کہ جب مسلمان نوجوان ان رعناؤں
کے چکر میں پھنس جاتا ہے تو اس کو کہتا ہے کہ اے جان
مجھ پر غصہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے میں تو صرف کہنے
کو مسلمان ہوں میں صرف نام کا ہی مسلمان ہوں باقی میں تم
پر ایمان لے آیا ہوں۔

مسلمان کلیساؤں میں رہنے والی نازنینوں یا پریوں
کے دام میں آکر اپنے آپ کو نام کا مسلمان کہہ کر اپنا
جان و ایمان اُن کے سپرد کر دیتے ہیں

آخری بند میں شاعر کہتا ہے کہ مسلمان نوجوان ان نازنینوں
کے چکر میں اپنا مذہب اپنا ایمان سب کچھ بھلا دیتا ہے
اور کہتا ہے کہ میرے مذہب اسلام کو تم ماضی کا ایک
پرانا قصہ یا پرانی داستان سمجھو کیونکہ وہ پوری طرح جب
اسکی زلفوں کا اسیر ہو کر رہ جاتا ہے تو وہ اپنے
مذہبی افکار کو بالکل بھول جاتا ہے اور اپنے مذہب کی
برائی کرتا ہے جس کے جواب میں وہ خوش ہو جاتی ہے

اسطرح اس نظم میں شاعر نے یہ بتانے کی کوشش کی ہے
کہ کس طرح کلیساؤں میں رہنے والی نازنینوں نے مسلمانوں
کے ایمان کو کمزور، تباہ و برباد کر دیا۔ عنوان کی
مناسبت سے نظم بہت موزوں اور پُر معنی ہے۔

برق کلیسا کا تنقیدی جائزہ:- اکبر الہ آبادی کو طنز و ظرافت کا بادشاہ کہا جاتا
ہے اس نظم میں انہوں نے بھرپور طنز کا استعمال کیا ہے
اور مغربی نظام پر طنز کے تیر برسائے ہیں جس میں وہ کافی
حد تک کامیاب بھی رہے۔ اکبر الہ آبادی کی یہ تعمیری نظم ہے
جس میں انہوں نے مغربی تہذیب کے بارے میں اپنے خیالات کا
اظہار کیا ہے۔ چونکہ اکبر کی تربیت مشرقی روایت کے مطابق
ہوئی تھی۔ وہ مذہب کے سخت پابند تھے۔ نیا نظام جو اپنے
ساتھ نیا طرز فکر اور نئی تہذیب لے کر آیا تھا۔ اس سے
اکبر کسی طرح سمجھوتہ کرنے کو تیار نہ تھے اور انہوں نے اسکے خلاف
جنگ چھیڑ دی اور اپنے طنزیہ اشعار کے ذریعے مغربی تہذیب
مذہبی بے زاری اور روحانی قدروں کی شکست کے بڑھتے ہوئے
سیلاب اور ہندوستانیوں کی غلامانہ ذہنیت پر کافی زور دیا ہے
اکبر مغربی تہذیب کے بہت خلاف تھے۔ "نئی تہذیب" ان
کی مشہور نظم ہے۔ انہوں نے اس نظم میں سو سال قبل موجودہ

تہذیب کی ترجمانی کر دی تھی - اس نظم میں وہ کہتے ہیں کہ مشرقی تہذیب و تمدن ختم ہو جائے گا - اُسکی جگہ مغربی تہذیب لے لیگی عورتوں کا پردہ ختم ہو جائے گا - لوگوں کے مذہبی عقائد کا زوال ہوگا - اکبرؔ نے یہ تمام باتیں اپنی نظم برق کلیسا میں بیان کی جو حقیقت پر مبنی ہیں - اکبر کی یہ نظم ان کی دور بینی اور عہد شناسی کی بہترین مثال ہے - اس نظم میں اکبر نے مغربی تہذیب کے ہاتھوں سماج میں رونما ہونے والی تبدیلیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے دلی رنج و غم کا اظہار کیا ہے کہ اگر مغربی تہذیب کی پیش قدمی اور اُسکی فکری یلغار کو نہ روکا گیا تو پورا ہندوستانی سماج مغربی تہذیب کے رنگ میں رنگ جائے گا -

اس نظم "برق کلیسا" میں اکبرؔ مغرب زدہ مفکروں اور سیاست دانوں کی ذہنیت پر طنز بھرے لہجے پر افسوس کر رہے ہیں جو مغربی تہذیب سے مرعوبیت کا شکار رہیں اور مغربی علوم وافکار کو ہی قوم کے دکھوں کا مداوا سمجھتے ہیں اور مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کرتے ہوئے اپنے دین و مذہب سے بیگانہ ہوگئے ہیں -

اکبرؔ شہنشاہِ طنز و ظرافت تھے وہ ظرافت کے پیرائے میں طنز کے اچھے نشتر چبھو دیتے تھے - اکبر اپنی نظموں میں لطیف انداز اور حسنِ سلوک سے اپنی بات کہہ دیتے تھے